سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۲۸
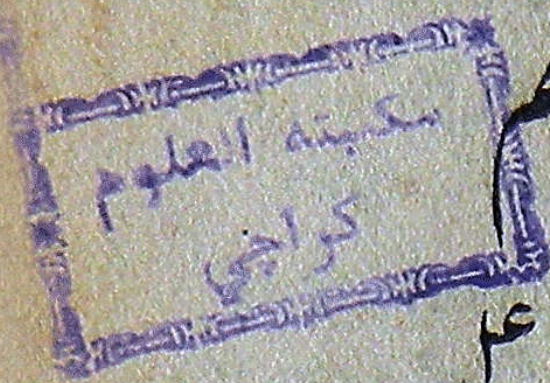
بین الاقوامی شہیدِ اعظم

حسینؑ ابنِ علیؑ

(دوسرا ایڈیشن)

از افادات

سرکار سید العلماء علامہ الحاج سید علی نقی النقوی
مجتہد العصر مدظلہ

قیمت ۲ آنے

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلۂ اشاعت کے اٹھائیسویں شاہکار بین الاقوامی شہیدِ اعظم حسین ابن علیؑ کا دوسرا ایڈیشن آپ کے پیش نظر ہے۔ جو حسین شناسی کے لیے بہت ہی مفید مواد کا حامل ہے اسلامی تصور "اللہ" "بین الاقوامی" ہے۔ اسلام، قرآن اور شریعتِ طاہرہ سب اسی طرح بین الاقوامی ہیں جس طرح سورج، چاند، ہوا اور کائنات کی سب نعمتیں بین الاقوامی ہیں حسینؑ گلشنِ اسلام کا سدا بہار گل سرسبد بھی بین الاقوامی ہے۔ مگر بعض کم نگاہ مسلمانوں نے کربلا کے حیات آفریں انقلابی کارنامہ کو محدود نگاہ سے دیکھا اور ہدایت کے اس نیّرِ تاباں سے فضائے عالم کی تاریکیوں کو منوّر کرنے میں بخل سے کام لیا۔ اس نکتہ پر غور نہ کیا کہ حسینؑ اقوامِ عالم کے لیے سرمایۂ افتخار ہیں۔ سرکار سید العلماء نے خدا کی اس نعمتِ عظمیٰ کے فیض سے اقوامِ عالم کو حیاتِ نو بخشنے کے لیے لوگوں کو نئے انداز سے سوچنے کے لیے نئے زاویے دیئے ہیں۔ یہ اہم کتابچہ بھی اس کوشش کی ایک کامیاب کڑی ہے جسکی افادیت محتاجِ بیان نہیں ضرورت ہے کہ ابنائے ملت کربلا کے چشمۂ آبِ حیات سے ہر ابن آدم کو سیراب کرنے کے لیے اس صحیفۂ گرامی کو خرید فرما کر مفت تقسیم کا انتظام کریں۔

امامیہ مشن پاکستان کے حسینی فنڈ میں عطیہ بھیجنے کی صورت میں مرسلہ عطیہ سے دوگنی قیمت کا لٹریچر (بعد منہائی اخراجات ڈاک) قبل از محرم بھیجا جاتا ہے۔ تاکہ معطی حضرات مجالس عزا و جلوسوں کے ہمراہ مفت تقسیم کر کے عوام الناس کو کربلا کی عظیم قربانیوں سے روشناس بنا کر رضائے الٰہی کا شرف حاصل کریں۔

جنرل سیکرٹری امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ۔ اردو بازار لاہور ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

حسینؑ ابن علیؑ

بین الاقوامی شہید اعظم

آج جب کہ کانوں میں فرقہ وارانہ نعروں کی آواز گونجی ہوئی ہے۔ آنکھیں فرقہ پرستی کے مناظر دیکھنے کی عادی ہو چکی ہیں اور دل و دماغ فرقہ بندی کے تخیلات سے پُر ہیں۔ یہ کہنا کہ حسینؑ کی ذات فرقہ بندیوں سے بالاتر ہے بظاہر غلط معلوم ہوگا۔ جب کہ یہ ظاہر ہے کہ حسینؑ کی ذات کا تعلق ایک خاص فرقہ سے ہے، بے شک حسینؑ کا تعلق ایک خاص فرقہ سے ہے۔ بہ ایں معنی کہ حسینؑ

اسلام کے پیرو تھے۔ بے شک حسینؑ کا تعلق ایک فرقہ سے ہے بایں معنی کہ حسینؑ مسلمانوں میں پیدا ہوئے اور بے شک حسینؑ کا تعلق ایک ہی فرقہ سے ہے۔ بایں معنی کہ حسینؑ پیغمبر اسلامؐ کے نواسے تھے۔ لیکن جس طرح کوئی دریا باوجودیکہ کسی ایک ہی حصہ زمین سے نکلا ہوگا۔ مگر جہاں جہاں تک پہنچتا ہے ہر قوم کو فیض یاب کرتا ہے۔ جس طرح سورج مشرق سے نکلنے کے باوجود مغربی حصوں کو بھی اپنی ضوفشانیوں سے منور کر دیتا ہے۔ جس طرح بادلوں کا ایک سمت سے اٹھنا، دوسری طرف کی خشک زمین کو سیراب کرنے سے نہیں روکتا، اسی طرح حسینؑ کی شخصیت کا عرب قوم میں اور اسلام کے مذہب میں پیدا ہونا ان کو بلحاظ افادیت کسی ایک فرقہ تک محدود نہیں رکھ سکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ان کا بنی ہاشم کے خاندان میں ہونا عرب ملک اور قوم کے دوسرے خاندانوں کو ان سے بیگانہ قرار دینے کا باعث نہیں ہو سکتا۔

دنیا میں مختلف مذاہب ہیں۔ لیکن باوجود تمام اختلافات کے کچھ اچھائیاں ایسی ہیں جن کو متفقہ طور پر تمام مذاہب اچھائیاں سمجھتے ہیں اور بہت سی برائیاں ہیں جو سب کے نزدیک برائیاں ہیں۔ یہاں تک کہ برے آدمی بھی برائیاں کرتے ہیں تو اچھائی کے نام کے ساتھ ہر جھوٹ سچ کے

نام سے بولا جاتا ہے۔ ہر بے ایمانی دیانت داری کے نام سے کی جاتی ہے اور یہ برائی کو اچھائی کہہ کے کرنا ہی اس کا ثبوت ہے کہ بُرا آدمی بھی اپنے اس عمل کو بُرا سمجھتا ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ اگر دنیا میں ایک بین الاقوامی ادارہ ایسا قائم کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے ذمہ دار افراد شامل ہوں اور اس کا مقصد نوعِ انسانی میں ان اچھائیوں کی تبلیغ ہو جن کے اچھے ہونے پر سب متفق ہیں اور ان برائیوں سے روکنا ہو جن کی برائی سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ تو یہ ایک بڑی انسانی خدمت قرار پائے گی۔ اور اگر دنیا عملی طور پہ اس پہ کاربند ہو جائے تو باوجود اختلاف مذہب و ملت کے یہ دنیا سب کے لیے اس دورِ حیات میں ایک جنت بن سکتی ہے۔

جس طرح عمدہ اخلاقی اصول کسی ایک فرقہ سے مخصوص نہیں ہیں اسی طرح کسی ایسے بلند اصول کی تعلیم دینے والے کی ذات ایک فرقہ سے وابستہ نہیں ہو سکتی۔ امام حسینؑ نے ایک ایسا اسوۂ حسنہ ہمارے سامنے رکھ دیا ہے جو یکساں طور پہ ہر فرقہ کے لیے مشعلِ راہ بن سکتا ہے اور وہ ہے حسینؑ ابنِ علیؑ

کا وہ جہاد جو انہوں نے خود اپنی قوم کی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے کیا۔ حسینؑ کی ذات فرقہ بندیوں سے بالاتر نہ ہوتی۔ اس وقت جبکہ وہ کسی دوسرے فرقہ کے خلاف جہاد کرتے اور نتیجتہً مخالف فرقہ کے افراد امام حسینؑ کے مخالف ہو جاتے۔ لیکن امام حسینؑ نے جو جہاد کیا وہ اپنے ہی مذہب (اسلام) والوں کے ان افراد کے خلاف تھا جو اچھائیوں کے اصول سے ہٹ کر برائیوں کے پیرو ہو گئے تھے۔

موجودہ خلفشار اور ہنگامہ آرائیوں میں ہمارا اور آپ کا مشاہدہ ہے کہ ننانوے فی صدی لوگوں کا رجحان طبع اس طرف ہے کہ دوسری قوم کی خرابیوں کو مبالغہ کے ساتھ بیان کیا جائے اور اپنی قوم کے مظالم کی پردہ پوشی کی جائے۔ یہاں تک کہ جو بڑے افراد اپنی قوم کی زیادتیوں کا ذکر کرتے ہیں، انہیں بھی دو طریقوں سے ہلکا کرنے کی کوشش ضرور کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہماری قوم نے جو مظالم کیے وہ دوسروں کے مقابلہ میں کم ہیں۔ دوسرے یہ کہ پہل دوسروں نے کی تھی۔ ادھر سے جو کچھ ہوا وہ جواب میں ہوا۔ پھر لیڈروں کی یہ کوشش

ہو تو ظاہر ہے کہ عوام اس کے معنی کیا سمجھ سکتے ہیں
اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر قوم کے افراد یہ سمجھنے
لگتے ہیں کہ جو کچھ انھوں نے کیا وہ اگرچہ بُرا ہوتا مگر
اس لیے اب بُرا نہیں کہ جوابی طور پر کیا گیا۔ یا یہ
کہ جو کچھ کیا دوسرے فریق کی برائیوں سے وہ کم
ہے۔ اس لیے اسے قابلِ اعتراض نہیں سمجھنا چاہیے
اس ذہنیت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ عام افراد توازن
برابر کرنے کے لیے اور زیادہ تشدد و بربریت کا ثبوت
دیتے ہیں۔ اس کے بعد انتقامانہ کارروائیاں دوسری
طرف سے شروع ہو جاتی ہیں۔ اس طرح قتل وغارت
کا لامتناہی سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔

امام حسینؑ کی عملی تعلیم یہ ہے کہ تم غیروں کے عیوب
دیکھنے کے بجائے خود اپنی جماعت کے نقائص پر توجہ
کرو اور انہی کو سب سے زیادہ اہمیت دو۔ حقیقی رہنما
کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام کو ان کی غلطیوں پر سختی
سے متنبہ کرے اور دوسرے فرقہ کی بداعمالیوں کے
تذکرے کو خفیف سمجھ کر ان کو اتنی اہمیت نہ دے۔
تاکہ لوگوں کی نظر اپنی غلطیوں پر پڑے۔ اور اپنی
اصلاح کی طرف متوجہ ہوں، کتنے غضب کی بات

ہے کہ مذہب کے پرستار ایک دوسرے کا برائیوں میں مقابلہ کرتے ہیں۔ یعنی دوسرا برائی میں بڑھا نہ رہنے پائے ہماری طرف سے کمی ہوئی ہے تو ہم اس کو پورا کر دیں۔ حالانکہ اگر مذہب کی روح دماغوں میں راسخ ہوتی تو اچھائیوں میں مقابلہ ہونا چاہیے تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عوام مذہب کو بحیثیت ایک برحق اصول کے مانتے ہی نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اس لیے مانتے ہیں کہ وہ اس مذہب کے ماننے والے کے گھر میں پیدا ہوئے اس لیے دل سے لامذہب ہیں۔

اپنے مذہب سے ان کو اس طرح کی محبت ہے جیسے اپنے وطن سے، اپنی اولاد سے، اپنے گھر سے اور اپنے کسی دوست سے۔ یہ اپنے ہونے کی بنا پر جو محبت ہوتی ہے وہ درحقیقت اپنی ذات کی محبت ہوا کرتی ہے بس اسی طرح سے ان کو اپنے مذہب کی محبت ہے اس لیے ان کی مذہبی جنگ بھی درحقیقت ایک ذاتی لڑائی ہے۔ جیسے زر، زمین، زن کے اوپر لڑائیاں ہوا کرتی ہیں۔ لیکن تصادم کی بنیاد تو یہ ہوتی ہے کہ ہر دوسرے کو اس حق سے کچھ کم ہی دینا چاہتا ہے۔ لہٰذا کشمکش فساد اور خونریزی کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ مصلحین کا

فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کی بے راہ روی اور گم راہی کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کریں۔ چاہے اس راستے میں ان کی جان بھی کام آئے۔ جسے انتہائی بلندی کی منزل پر امام حسینؑ نے اپنے عمل سے پیش کیا۔

مذہب نے جو اصول تبلایا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کے مقابلے میں بلندی حاصل کرنا ہو تو اپنے حقیقی عمل کو اس سے بلند رکھے۔ اس طرح اگر مقابلہ بھی دو فریق میں ہونا چاہیئے تو اس بات کا کہ دیکھیں کون دوسرے کے ساتھ احسان زیادہ کرتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں کبھی تصادم نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے جو تعلیم دی ہے اس کی ایک معمولی چیز پیش کرتا ہوں تجارت میں ترازو سے تولنے والی چیزوں کے متعلق حکم ہے کہ اگر تم خود تول کر بیچ رہے ہو تو کچھ زیادہ دینے کی کوشش کرو۔ اور اگر تم خریدنے جاؤ اور دکاندار تم سے تولنے کے لیے کہہ دے تو کچھ کم ہی لینے کی کوشش کرو۔ اس کے بعد کیا مول تول میں کوئی جھگڑا ہو سکتا ہے۔ اب اگر دو قوموں کے درمیان کوئی معاملہ ہو اور وہ اسی نظریہ کے ماتحت زمین کی تقسیم کریں کہ چاہے دوسری طرف زیادہ زمین چلی جائے مگر دوسری قوم کی

حق تلفی نہ ہو تو پھر تصادم کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟
یزید نے حسینؑ سے بیعت چاہی اور حسینؑ نے انکار کیا
حسینؑ کو بیعت سے انکار کیوں تھا؟ اس کا جواب اسی
سے ملے گا کہ آخر یزید کو بیعت کے لیے اتنا اصرار
کیوں تھا؟ بس جس لیے اسے اتنا اصرار تھا اسی لیے
حسینؑ کو انکار تھا۔ یزید کا اصرار بیعت پر اس لیے
تھا کہ وہ سمجھتا تھا کہ اس نے اسلامی قوانین کی کھلی ہوئی
خلاف ورزی کی ہے۔ اس نے تو اتنے موٹے موٹے اصولوں
کی خلاف ورزی کی تھی۔ جن کی بنا پر خود اسے یقین تھا
کہ ادھر لوگوں کے دماغوں سے رشوت کا نشہ ذرا بھی
کم ہوا۔ ادھر چمکتی ہوئی تلواروں کی چمک نظر سے ذرا اوجھل
ہوئی اور ہر موٹی نظر کا مسلمان بھی محض ایک نگاہِ غلط
انداز سے یہ سمجھ لے گا کہ یزید خلیفۂ برحق نہیں ہو
سکتا۔ ضرورت تھی کہ اپنے خلیفۂ برحق ہونے کے
جواز میں شریعتِ اسلامی کے حقیقی پاسبان سے سند
لے لی جائے تاکہ جب کبھی مسلمان بیدار ہو فوراً اس
سے کہہ دیا جائے کہ اگر حکومت اس قابل نہ ہوتی
تو رسولؐ کے نواسے حسینؑ کیوں بیعت کرتے۔ یہ یزید
کی نادانی تھی کہ اس نے یہ تصور بھی کیا کہ حسینؑ بیعت

کرلیں گے۔ حسینؑ اگر بیعت کر لیتے تو قیامت تک حقائق پر پردہ پڑ جاتا۔ اسی لیے ان کو بیعت سے انکار ضرور تھا۔ اس طرح حسینؑ نے دو نتیجے حاصل کیے۔ ایک مسلمانوں کے لیے، اور ایک دوسرا غیر مسلموں کے لیے۔ مسلمانوں کے لیے آپ نے یہ اصول اپنے خون کی سرخ روشنائی سے ثبت کر دیا کہ قانونِ شریعت خلیفۂ وقت کے عمل کا پابند نہیں ہے۔ اس لیے کبھی خلفائے وقت کے عمل سے احکام شرع کے سمجھنے کی کوشش نہ کرنا اور دوسرے فرقوں کے لیے یہ، کہ اگر تمہیں اسلامی تمدن اسلامی تعلیم اور اسلامی اخلاق کا مطالعہ کرنا ہو تو کسی دمشق یا قرطبہ کے قصر خضراء یا قصر حمراء میں نہ جانا بلکہ مدینہ کے ان ٹوٹے پھوٹے ہوئے کھنڈروں پر نظر ڈالنا جہاں بوسیدہ پردے اور کچی دیواریں نظر آتی ہیں۔ اسی طرح حسینؑ نے قیامت تک یزید اور یزید منش انسانوں کو ان کے اصلی رنگ روپ میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور غلط فہمی کے امکانات کو ختم کر دیا۔ حسینؑ کا یہ جہاد جو اپنی قوم ہی کے مقابلہ میں تھا اپنی نوعیت کے اعتبار سے جداگانہ تھا۔ وہ

اسلامی جہاد جو غیروں کے مقابلہ میں ہو اس میں کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ مثلاً جہاد اسی وقت کیا جائے گا، جب غلبہ کا امکان ہو۔ تعداد کافی ہو۔ پھر سپاہیوں کی عمر کے لحاظ کی بھی ایک مقدار مقرر ہے کہ اس سے زیادہ عمر نہ ہو۔ اسی طرح اور بھی پابندیاں ہیں لیکن حسینؑ نے جو جہاد کیا وہ اس جہاد سے بالکل مختلف تھا۔ قرآن میں حکم آیا ہے کہ ۲۰ مسلمان ۲۰۰ کا مقابلہ کریں۔ لیکن جب یہ معیار عمل کی کسوٹی پر پورا نہ اُتر سکا تو کہا گیا کہ اچھا سو اور دوسو کی نسبت سے مقابلہ کرو۔ وہ پہلا ہی معیار جو قرآن نے قائم کیا تھا جو عمل کی کمزوری کی بنا پر قابلِ قبول ثابت نہ ہؤا زیادہ سے زیادہ بیس اور دوسو یعنی دس گُنے کی نسبت سے تھا۔ لیکن کربلا میں جو جہاد کیا گیا تھا اس میں ادھر بہتّر دوسری طرف کم از کم تیس ہزار فوج۔ اس میں جو نسبت کا فرق ہے وہ بدرجہا زیادہ ہے۔ پھر جہاد میں تعداد کافی ہونا ضروری چیز ہے۔ مگر کربلا کی جنگ میں تعداد کے بڑھانے کے بجائے گھٹانے کی کوشش ہوئی۔ راستے میں جتنے لوگ کچھ امیدوں کی بنا پر ساتھ ہو لیے تھے آپ نے

شہادتِ مسلمؑ کی خبر سننے کے بعد ان سے کہا کہ
میں کسی فوج کشی یا حکومت کی باگ اپنے ہاتھ
میں لینے کی غرض سے نہیں جا رہا ہوں، وہ واپس
جائیں۔

اور اس طرح بہت سے لوگ چلے گئے۔ اس
کے بعد کربلا میں بھی شبِ عاشور آپ نے اپنے ساتھ
کے لوگوں سے فرمایا کہ "تم میں سے جو جانا چاہے
بخوشی چلا جائے۔"

پھر عمر کی پابندیاں جہاد میں لازمی ہوتی ہیں۔ یہاں
وہ بھی باقی نہیں رہیں۔ ۸۰ برس کے حبیب ابن مظاہر
بھی ساتھ میں ہیں اور نابالغ بچے بھی۔ بلکہ چھ ماہ کا شیر
خوار علی اصغرؑ بھی میدانِ جہاد میں ساتھ ہے۔

معلوم ہوا کہ غیروں کے ساتھ جہاد میں جو شرائط ضروری ہوا
کرتے ہیں، دینِ خدا کی حفاظت کے لیے اپنوں کے ساتھ جہاد
کرنے میں ان کا کبھی لحاظ نہیں کیا گیا۔ بلکہ تمام شدید ترین مصائب
کو اس سلسلہ میں برداشت کیا گیا۔ امام حسینؑ نے دنیا کو
مشترکہ انسانی حقوق کی جو تعلیم دی ہے وہ موجودہ زمانہ میں بھولی
ہوئی انسانیت کی یاد دلانے کے لیے کافی ہے۔ پانی رسد کا
اہم ترین جزو ہونے کی حیثیت سے وہ خود حسینؑ کے

لشکر کے لیے ضروری اور بیش قیمت تھا اور دشمن کو پانی پلا کر تقویت پہنچانا بظاہر اپنے کو کمزور کرنے کے مترادف تھا۔ لیکن امام حسینؑ نے فوجِ حر کو پانی پلا کر ظاہر کیا کہ اگرچہ دشمن ہیں مگر نوعِ بشر کے افراد ہیں اور پیاسے ہیں لہٰذا پانی ان سے عزیز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہیں کہ محض حکم دے دیا ہو۔ جیسا کہ اکثر لیڈر کرتے ہیں کہ زبانی تعلیم دے دیتے ہیں اور اس پہ عمل درآمد نہ کیا گیا تو یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ ہم نے تو کہہ دیا تھا، جماعت نے ہمارا حکم نہ مانا۔ بلکہ اس حقیقی رہنما کی شان یہ تھی کہ خود کرسی بچھا کر اپنے سامنے پانی پلوانے لگے۔ بخدا امام حسینؑ کے انصار کرتے وہی جیسا حسینؑ نے حکم دیا تھا۔ لیکن امام حسینؑ نے خود اپنا فرض بھی ادا کرنا ضروری سمجھا۔

علی ابن طعان محاربی کا بیان ہے کہ میں بہت پیاسا تھا حسینؑ نے محسوس کر لیا اور کہا اے شخص فلاں اونٹ پہ پانی ہے۔ پی لے میں گیا۔ لیکن فرطِ تشنگی سے دہانہ ٹھیک منہ تک نہ لگا سکا اور پانی گرنے لگا۔ حسینؑ بہ نفسِ نفیس اٹھ کھڑے ہوئے اور خود مشک کا دہانہ ٹھیک کر کے مجھے سیراب فرمایا۔

یہ اور اس کے مثل وہ حسینی تعلیم کے خدوخال ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ:-

"حسینؑ کی ذات تمام فرقہ بندیوں سے بالاتر ہے"

امامیہ مشن کی ممبری قبول فرما کر نصرت اہلبیتؑ کا فریضہ ادا کیجیے

تفصیل فیس رکنیت درج ذیل ہے

سرپرستانِ ادارہ	کم ازکم پانچسو روپیہ
مربیانِ ادارہ	" سو روپیہ
ارکانِ خصوصی	پانچ روپیہ سالانہ

سرپرستان و مربیان کی خدمت میں رکنیت سے قبل و بعد کے تمام رسائل معہ ماہنامہ پیام عمل بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں۔

ممبرانِ خصوصی کی خدمت میں سال بھر میں شائع ہونے والے تمام رسائل معہ ماہنامہ "پیام عمل" بلا طلب و بلا قیمت ارسال ہوتے ہیں اور سابقہ رسائل کی پوری قیمت لی جاتی ہے۔ مشن کا سال رکنیت یکم اپریل سے ۳۱ مارچ محسوب ہوتا ہے۔

فارم ممبری اور فہرست رسائل وغیرہ طلب فرمانے پر فوراً ارسال کئے جائیں گے۔

الداعی الی الخیر

جنرل سیکرٹری

امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ اردو بازار لاہور ۲

کربلا کی شیر دل خاتون

تحریر:۔ ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی مصری
ترجمہ: خان بہادر سید محمد عباس صاحب زیدی

حضرت امیر المومنینؑ کی دختر نیک اختر شریکۃ الحسینؑ حضرت زینبؑ کے مقدس حالات
زندگی پر مشتمل یہ کتاب مصر، ایران، اور انڈیا میں مختلف زبانوں میں شائع ہو کر قبولِ عا
کی سند حاصل کر چکی ہے۔

اس کتاب میں اس معظمہ کے نخلِ حیات کے چند پھول ہیں جن کی رنگ و بو سے گلشنِ اس
کی روح نواز عطر بیزیاں رہتی دنیا تک صحنِ عالم کو معطر رکھیں گی۔ اس میں روحِ شجاعت
صفدرؑ کی اس بہادر بیٹی کے کارنامے ہیں جن کو سن کر دنیا کے بہادر بھی احترام سے آنکھیں ج
لیں گے صنفِ نازک کی اس مثالی شہزادی کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد
نفسیات کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد امتیازی خصوصیات کی حامل ہے۔ اور ا
تذکرہ جامد خون میں حرارتِ عمل کی بجلیاں دوڑا سکتا ہے۔

ضخامت ۲۵۰ صفحات، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ جلد مضبوط۔ گرد پوش دیدہ زیب

قیمت ۲ روپے ۸ آنے (علاوہ محصول ڈاک)

ناظمِ اعلیٰ امکتبہ امامیہ، اردو بازار لاہور ۲